عہدِ صحابہؓ میں

جناب محمود عارف صاحب
دانش گاہِ پنجاب۔ لاہور

مدینہ منوّرہ کے مکاتب اور ان کی تعلیمی خدمات

۲۔ تعلیم گاہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مدینہ منورہ میں دُوسری عظیم تعلیم گاہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نامور صاحبزادے اور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی قائم کردہ تھی۔ یہ درس گاہ اپنی عظیم افادیت اور دور رس اثرات و نتائج کی بناء پر ہمیشہ یادگار رہے گی۔ ان کے جلیل القدر باپ نے جو کام سیاسی اور مادی سطح پر کیا۔ عظیم بیٹے نے روحانی اور معنوی سرحدوں پر اس کی تکمیل کی اور اسے مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔

مختصر حالاتِ زندگی نام عبداللہ، کنیت ابو عبدالرحمان۔ والد خلیفۂ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ والدہ زینب بنت مظعون، مقام پیدائش، مکۃ المکرمۃ اور سن پیدائش ۱۰ یا ۱۱ ق ھ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ ہی دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ خندق ۵ھ اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے (۲۳ھ میں) انتخاب خلیفہ کی مجلس کا رکن بنایا۔ لیکن اس حیثیت سے کہ وہ خود کو بطور اُمیدوار پیش نہیں کر سکتے تھے۔ بعد میں تمام زندگی سیاسی علائق سے بے تعلق رہے اور نہایت خاموشی سے دین کی تعلیمی اور علمی خدمت کرنے میں مصروف رہے ۷۳ھ / ۶۹۳ء میں بعمر ۸۳ یا ۸۴ سال سُمّیت خون سے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔[۱]

---

[۱] URDU ENCYO.ISLAM، بذیل عبداللہ بن عمرؓ، نیز شاہ معین الدین، سیرۃ الصحابہ ۲، بذیل عبداللہ بن عمرؓ

دورِ تعلیم و تربیت

حضرت ابن عمرؓ نے آنکھ اس ماحول میں کھولی تھی جس کے در و دیوار پر اسلام کی شعاعیں اپنا جوبن دکھا رہی تھیں۔ اُنھوں نے تقریباً بیس سال کا عرصہ خدمت نبوی صلعم میں اور تقریباً ۳۲ سال کا عرصہ صحبت فاروقی میں گزارا۔ اسلام کی تمام تاریخ اُن کے سامنے اُبھری اور عُروج پر پہنچی۔ تمام غزوات اُن کے سامنے پیش آئے۔ اس لیے ان سے زیادہ خدمت نبویؐ سے اکتساب فیض کس نے کیا ہوگا۔ مکثرین صحابہؓ میں طویل صحبت کا یہ خاصہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اس طویل عرصے کے ساتھ ان کے فطری ذوق و شوق کو بھی شامل کر لیا جائے جو قدرت کی طرف سے اُنھیں عطا ہوا تھا تو اس کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ ان کے فطری ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ صرف سورہ البقرہ کی تحصیل پر تقریباً چودہ سال صرف کئے۔[۱]

ایک ایک آیت، ایک ایک جملے کو برسہا برس اپنے غور و خوض اور اپنی فکر و نظر کا مرکز بنایا۔ اس کے بارے میں صحابہ اور خود ذاتِ اقدس نبویؐ سے جو کچھ سُنا اسے ذہن کے حاشیے پر محفوظ رکھا۔ اسی لیے ان کے اساتذہ کی فہرست میں ذات نبویؐ کے علاوہ خلفائے راشدین، زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، بلال حبشی، صہیب رومیؓ، رافع بن خدیج، ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ، ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔[۲]

علمی فضل و کمال

یہی وہ خصوصیات اور امتیازی اوصاف ہیں کہ جنہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی شخصیت کو کندن بنا دیا تھا۔ وہ علم کا ایک ایسا بحرِ بیکراں تھے جس سے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان سیراب ہوئے۔ لاکھوں کو ان سے فیض پہنچا۔ وہ آنحضرت صلعم کے بعد کم و بیش ۶۰ سال جئے اور اس دوران علم و عرفان کی توسیع و اشاعت میں رات دن مصروف رہے۔ ان کی ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علماء مشکلات میں اُن کی طرف رجُوع کرتے تھے اور اُن کی دیانت پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی بات کی وہ تائید کر دیں تو اس کے بعد مزید کسی تائید یا توثیق کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔ ان کا ہر قول و عمل لوگوں کے لیے حجت تھا۔ اُن کی ذات اقدس سُنّتِ نبویہ کا ایک کامل نمونہ تھی۔ اُن کا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، آنا جانا الغرض ہر بات

---

[۱] مؤطا امام مالکؒ۔

[۲] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۵ : ص ۳۲۸ - طبع حیدر آباد دکن۔

سُنت نبوی میں ڈھلی ہوئی تھی۔[1]

خصوصی علوم | حضرت عبداللہ بن عمرؓ کئی سارے اسلامی علوم و فنون میں دستگاہ کامل رکھتے تھے جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ **علومِ قرآنیہ** : علوم قرآنیہ میں حضرت ابن عمرؓ کی مہارت ان کے اس علمی ذوق و شوق کا نتیجہ تھی جو انہیں اوائل عمر سے ہی ودیعت ہوا تھا۔ انہوں نے البقرہ کی تحصیل میں ۱۴ برس صرف کئے تھے۔ قرآن کریم سے اس غیر معمولی شغف نے انہیں تفسیر و تاویل کا غیر معمولی ماہر بنا دیا تھا۔ شروع ہی سے مجالس نبویہ میں شریک ہوتے رہے۔ بعض علمی مسائل کے ادراک میں اور بعض اوقات اکابر صحابہؓ کی عقول بھی ماندہ رہ جاتی تھیں مگر اس کمسن صحابی کا ذہن حقیقت کا ادراک کر لیتا تھا۔[2] قرآن پاک کے لغوی معانی و مفاہیم، آیات کے شان نزول، علم ناسخ منسوخ کے متعلق ان کے معلومات حیرت انگیز اور حیران کن تھیں۔ ان سے بسلسلۂ تفسیر قرآن بہت سی روایت منقول ہیں۔ جنہیں کتب حدیث میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔[3]

۲۔ **علومِ حدیث** : خدمتِ نبویؐ میں تقریباً بیس سال گزارنے کے بعد اگر انہیں ماہر فی الحدیث کے نام سے پکارا گیا تو اس میں تعجب ہی کیا ہے۔ ان سے کُل روایت کی تعداد ۲۶۳۰ ہے ان میں سے ۱۷۰ متفق علیہ اور ۱۰۲ منفرد (۸۱، بخاری شریف میں ۴۱، مسلم شریف میں) منقول ہیں۔ اس لحاظ سے مکثرین صحابہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد ان ہی کا نام نامی پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کی روایات تفقہ، واقعات کا صحیح نقل، واقعات سے صحیح نتائج کا استنباط اور دوسری کئی ساری خصوصیات کے اعتبار سے منفرد ہیں۔

۳۔ **علومِ فقہ و اجتہاد** : حضرت عبداللہ بن عمرؓ علوم قرآنیہ و علومِ حدیث میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ فقہ و اجتہاد و استنباط و استخراج مسائل میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ بعد میں حضرت امام مالکؒ نے اپنے فقہی مسلک کی بنیاد زیادہ تر ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے شاگردوں کے

---

[1] ملاحظہ ہو۔ شاہ معین الدین ندوی: سیر الصحابہ، مہاجرین۔ ذکر ابن عمرؓ۔

[2] البخاری و فتح الباری، کتاب العلم، باب الفہم و کتاب التفسیر، سورہ ابراہیم، جہاں ان کی قرآن فہمی کا ایک واقعہ مذکور ہے۔

[3] ملاحظہ ہو سیر الصحابہ، حصہ مہاجرین، ذکر ابن عمرؓ: [4] URDUENCYOF ISLAM بذیل ابن عمرؓ

فتاوے اور احکام و مسائل پہ رکھی۔ اس لحاظ سے مالکی فقہ کے پس منظر میں ابن عمرؓ کا اجتہاد و تفقہ ہی کارفرما دکھائی دیتا ہے۔[1]

تعلیم گاہ کے کوائف

مسجد نبویؐ کے صحن میں ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تعلیم گاہ قائم تھی۔ اس درس گاہ میں صبح و شام تعلیمات اسلامیہ کے چرچے اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدا ہائے بازگشت سُنائی دیتی تھیں۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے ابن عمرؓ کے حلقۂ درس میں شرکت کے لیے تشریف لاتے اور علم و عرفان سے اپنا دامن بھر کر لوٹتے۔ اس دور کی دیگر تعلیم گاہوں کی طرح اس تعلیم گاہ کا نہ ہی کوئی مقررہ نظام تھا اور نہ ہی اصول و ضوابط کا منضبط طریقہ۔ عام طور سے لوگ سوالات پُوچھتے اور حضرت عبداللہ اس کا جواب بمع حوالہ جات عنایت کرتے۔ بعض اوقات خود ہی کسی مسئلہ کو چھیڑتے اور اس کے مالہ و ماعلیہ کو دیر تک بیان کرتے رہتے اور شاگرد دم سادھے سُنا کرتے۔[2]

درس گاہ میں داخلہ کے لیے بھی کوئی شرط نہ تھی۔ ہر مسلمان اُس میں شریک ہو سکتا تھا۔ اس دائمی اور ہمہ وقتی تعلیم گاہ کے علاوہ موسم حج میں خاص مکہ مکرمہ میں ان کی تعلیم گاہ قائم ہوتی اور دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے لوگ اس تعلیم گاہ کے معلّم سے استفادہ کر کے لوٹتے۔ اس موسم میں حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ بہت جلد قبول عام حاصل کر لیتے۔[3]

ان دو غیر منقولہ تعلیم گاہوں کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر لوگوں کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور احادیث بیان کر کے واپس لوٹ آیا کرتے تھے۔ اس قسم کا ایک واقعہ زید بن اسلم اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عمر محض ایک حدیث سنانے کے لیے عبداللہ بن مطیع کے ہاں تشریف لے گئے اور ایک حدیث سناتے ہی واپس پلٹ آئے۔[4] اس کے علاوہ چلتے پھرتے آتے جاتے ان کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رہتا۔ جہاں کہیں کسی کو خلاف شرع کام میں مصروف دیکھا فوراً اسے ٹوکتے[5] اور اس کو اس

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی : مقدمہ مسویٰ شرح موطا۔

[2] استیعاب ج ۱ - ص ۳۸۱ -

[3] احمد بن حنبلؒ مسند ۴ ۱۵

[4] موطا امام مالک باب العمل فی الجلوس فی الصلوٰۃ

[5] مستدرک حاکم ج ۳ - ص ۵۶۱ -

سلسلہ میں کوئی حدیث نبویؐ سنا کر مطمئن کر دیتے۔ اس کے علاوہ اُن کی ذاتِ اقدس سے سنت نبویہ کی خود بخود توسیع اور اشاعت ہوتی رہتی۔ کیونکہ اُن کا کوئی کام خلافِ شرع نہیں ہوتا تھا۔ دیکھنے والے اُن کے ہر عمل سے سُنّت کی تعلیم پاتے تھے۔[1]

تلامذہ و مستفدین

ان کے عظیم الشان علمی ذخیرہ کی نسبت سے ان کے تلامذہ کی فہرست بھی نہایت طویل ہے۔ آپ کے چند ایک شاگردوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :-

(۱) بلال بن عبداللہ (۲) حمزہ بن عبداللہ (۳) زید بن عبداللہ (۴) سالم بن عبداللہ (۵) عبداللہ بن عبداللہ (۶) عبیداللہ بن عبداللہ (اُن کے اپنے بیٹے) (۷) ابوبکر (۸) محمد (۹) عبداللہ (پوتے) (۱۰) نافعؒ (۱۱) اسلمؒ (دونوں غلام) (۱۲) حفصؒ (۱۳) عبداللہؒ (۱۴) زیدؒ (۱۵) خالدؒ (۱۶) عروہؒ بن زبیر (۱۷) موسےٰ بن طلحہ (۱۸) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (۱۹) عامر بن سعد (۲۰) حمید بن عبدالرحمٰن (۲۱) سعیدؒ بن مسیب (۲۲) عون بن عبداللہ (۲۳) قاسمؒ (۲۴) محمد بن ابی بکر (۲۵) مصعب بن سعد۔ (۲۶) ابوبردہ بن ابی موسےٰ بن اشعری (۲۷) انس بن سیرین (۲۸) بسر بن سعید (۲۹) بکر بن عبداللہ المزنی (۳۰) ثابت البنانی (۳۱) جبلہ بن سہیم (۳۲) حرملہ (۳۳) حکم بن میناء (۳۴) حکم بن ابی حرہ (۳۵) حمید بن عبدالرحمٰن حمیری (۳۶) ابوصالح السمان (۳۷) زاذان (۳۸) ابوعمر (۳۹) زبیر بن عربی (۴۰) زیاد بن جبیر (۴۱) ابوعقیل (۴۲) زہرہ بن معبد (۴۳) علی بن عبدالرحمٰن (۴۴) علی بن عبداللہ البارقی۔ (۴۵) عکرمہ بن خالد مخزومی (۴۶) عبداللہ بن قسم (۴۷) عبید بن جریج (۴۸) عبداللہ بن کیسان (۴۹) عبداللہ بن مرہ ہمدانی (۵۰) عبداللہ بن ابی ملیکہ (۵۱) عقیلیؒ (۵۲) عبداللہ بن شقیق (۵۳) ابوالزبیر (۵۴) سعید بن جبیر (۵۵) مجاہدؒ (۵۶) عطاؒ (۵۷) طاؤسؒ (۵۸) صفوان بن محرز (۵۹) سعید بن عمرو (۶۰) سعید بن یسار (۶۱) سعید بن حارث (۶۲) سعد بن عبیدہ (۶۳) جبیثی (۶۴) زید بن زبیر۔ (۶۵) سالم بن ابی الجعد۔[2]

یہ نہایت مختصر سی فہرست ہے۔ کتب حدیث کے استقصاء سے مزید نام بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت ہم اس سے دامن کشاں ہونے پر مجبور ہیں۔

---

[1] مستدرک حاکم ۳ : ۵۶۱۔

[2] شاہ معین الدین ندوی : سیر الصحابہ مہاجرین دوم، ذکر ابن عمرؓ

اثرات ونتائج

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ تعلیم گاہ تاریخ اسلام پر دور رس اثرات و نتائج کی حامل ہے ۔ ان کے بعض جلیل القدر تلامذہ نے حدیث، فقہ، مغازی اور دیگر علومِ اسلامیہ کے بے نظیر خدمت سرانجام دی ہے اور جس کی بنا پر مدینہ منوّرہ کی تعلیم گاہ دُنیائے اسلام میں امتیازی شان اور وصف رکھتی ہے ۔ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہی پُرخلوص کوششوں کا نتیجہ ہے ۔

کتب حدیث میں جو روایت کا سلسلہ، سلسلۃ الذہب (سنہری لڑی) کہا جاتا ہے وہ مالک عن نافع عن ابن عمرؓ ہے ۔

حضرت ابن عمرؓ کی مقدس تعلیمات کے اثرات ونتائج اس قدر زیادہ ہیں کہ اُنہیں چند لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت کہ تقریباً دو صدیوں تک وہ پُوری دُنیائے اسلام کے علم وعرفان کی تعلیم کا مرکز بنا رہا زیادہ تر ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے شاگردوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہ کی بنیاد زیادہ تر ابن عمرؓ کے اقوال وفتاویٰ پر رکھی۔ اس کے علاوہ امام مالکؒ نے عمل اہلِ مدینہ کو جو حجّت قرار دیا وہ بھی اسی بناء پر ہے کہ مدینہ منوّرہ میں جو لوگ بستے تھے وہ سبھی اہلِ علم اور اہلِ عمل تھے ۔ ان کے ہر عمل کے پس منظر میں کسی نہ کسی حدیث نبویؐ کا پرتو گمان کیا جا سکتا ہے ۔

بہرحال ابن عمرؓ کے اقوال وآثار آج بھی کل فقہ کی صُورت میں دُنیا کے ایک وسیع علاقے کو اپنی نورانی کرنوں سے منوّر بنا رہی ہے ۔ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا کام اور ان کی محنت کبھی نہیں مِٹ سکتی ۔

مولانا عبدالقدوس گنگوہی

حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور کئی دوسرے ولیوں کی ارواح حاضر ہوئیں۔ انہوں نے موصوف کو خرقے عطا کئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ سجادہ پر بیٹھ کر لوگوں کی رہنمائی کریں۔ اس فرمان پر آپ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور "ناچار" سجادہ پر بیٹھے ؎۳۵ "تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ہزاروں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور بہت سے لوگ اُن کی توجہ سے منصب ولائت پر فائز ہوئے۔ اسی ضمن میں جامع ملفوظات نے شیخ بھورہ کا ذکر کیا ہے۔ موصوف ہر وقت شراب کے نشے میں دھت رہتے تھے حضرت گنگوہی کی کوشش سے انہوں نے شراب نوشی ترک کر دی اور جملہ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے توبہ کر لی۔ شیخ کی توجہ سے وہ منصب ولایت پر فائز ہوئے۔ ؎۳۶